

سورت کا ایک علمی خانوادہ

محمد راشد شیخ*

برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی گزشتہ دہڑھ ہزار سالہ تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف خطوں میں مقیم مسلمانوں کی علمی و تاریخی خدمات بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان خطوں میں بعض ایسے ہیں جن میں علمی شخصیات بہت کم پیدا ہوئیں جب کہ بعض کی علمی تاریخ تسلسل کے ساتھ صدیوں تک جاری رہی اور اس عرصے میں وہاں پیدا ہونے والے رجالِ کار نے دینی، علمی و تحقیقی میدانوں میں وہ کارنامے انجام دیے کہ دیگر خطے جن کی مثال نہ پیش کر سکے۔ ایسا ہی خطہ صوبہ گجرات بھی ہے جس کی دینی اور علمی تاریخ نہایت شان دار رہی۔ گجرات کی اسی خصوصیت کے بارے میں پروفیسر شیخ عبدالرشید (سابق صدر شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے لکھا تھا:

ہندوستان کے چند ہی خطوں نے غیر ملکیوں کے قلوب کو اتنا متاثر کیا جتنا صوبہ گجرات نے جسے فارسی مؤرخین نے بڑی محبت سے ”سرزمین سعادت“ اور ”مسکن محبت“ کہا ہے۔ عالموں، ولیوں، تاجروں، سلطانوں، لشکریوں اور مدبروں نے اس کے گن گائے ہیں اور اہل گجرات کی زندگی کو مادی، ذہنی اور روحانی طور پر مالا مال کیا ہے۔^۱

پروفیسر شیخ عبدالرشید تقسیم سے قبل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں پروفیسر اور صدر شعبہ تاریخ رہے۔ تقسیم کے بعد وہ لاہور منتقل ہو گئے تھے اور یہیں انھوں نے ادارہ مطالعہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ تقسیم برصغیر کے بعد جو حضرات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں صدر شعبہ تاریخ رہے ان میں اپنی علمی اور تحقیقی خدمات کی وجہ سے سب سے معروف شخصیت پروفیسر خلیق احمد نظامی (وفات: ۵ دسمبر ۱۹۸۷ء، علی گڑھ) کی تھی۔ وہ حکیم سید عبدالحی (والد مکرم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) کی کتاب یادِ ایام۔ مختصر تاریخ گجرات کے پیش لفظ میں گجرات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

شاہ جہاں کی نظر میں اگر جو پور ”شیراز ہند“ تھا تو عالمگیر گجرات کو ہندوستان کی حسن و زیبائش سمجھتا تھا۔ ابوالفضل کے بقول اس کی حیثیت ایک گلستان کی تھی جس میں ہر رنگ و بو کے پھول مہکتے تھے۔ گجرات صدیوں تک علم و فن کا مرکز، ارباب ہنر کا گہوارہ، ارشاد و تلقین کا سرچشمہ، اقتصادی زندگی کی شہ رگ اور ایک سرگرم تجارتی منڈی رہا تھا۔ روحانی اور مادی زندگی کی ساری نعمتیں یہاں جمع ہو گئی تھیں۔ بعض اعتبار سے تو ہندوستان کے قرون وسطیٰ کی تاریخ

* سول انجینئر، مصنف، محقق، مقیم کراچی

میں اس کو پورے ملک میں ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ ہندوستان کا یہی وہ علاقہ تھا جس کے سرسبز پہاڑوں پر سب سے پہلے مسلمانوں کی نگاہ پڑی تھی۔ ارض ہند سے عربوں کے تعلق کی ابتدا حقیقتاً اسی خطہ زمین سے ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں عربوں نے سواحلِ گجرات پر قدم رکھا، کوئی تعجب نہیں کہ کچھ صحابہؓ بھی یہاں آئے ہوں اور اسی سرزمین میں آسودہ خاک ہوں گے^۲۔

مذکورہ بالا عبارت میں پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اہل گجرات کے عربوں سے تعلق کی ابتدا کے حوالے سے جو اشارہ کیا ہے اس کی تفصیلات بلاذری کی معروف کتاب فتوح البلدان و دیگر مستند کتب میں موجود ہیں۔ اس موضوع پر مولانا سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

بھڑوچ جس کے کنارے دریائے زربدا بہتا ہے اور جو آگے چل کر بحر عرب میں گر جاتا ہے، عربوں کے جنگی و تجارتی آمد و رفت کا مرکز تھا۔ عرب اس کو بروص کہتے ہیں۔ ۱۴ ہجری میں حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے عہد میں جب اسلام کی ملکی فتوحات کا شباب تھا ان کے جہاز اس ساحل پر آ کر لگے تھے۔

سفر کے اثنا میں جب میں بھڑوچ پہنچا اور زربدا کے کنارے آ کر کھڑا ہوا تو تخیل کی آنکھوں نے تیرہ سو چھتیس برس پہلے کی تصویریں نگاہوں کے سامنے رکھ دیں اور گو میں شاعر نہیں، تاہم جذبات کے تلاطم نے موزوں ترانے کی شکل اختیار کر لی:

زربدا اے زربدا اے زادہ بحر عرب	گرچہ تو ہندی ہے لیکن زادہ بحر عرب
جاننا ہے تو مری تاریخ کا پوشیدہ راز	تیرے دروازے پہ ٹھہرا تھا مرا پہلا جہاز
ہند میں اسلام کے انجام کا آغاز تو	چار صدیوں تک رہا اسلام کا دم ساز تو
رشتہ ہند و عرب تجھ سے ہوا تھا استوار	تیرے ساحل کا ہر اک ذرہ ہے اس کی یادگار
اے بھڑوچ اے خاتم انگشتِ رود زربدا	عہدِ ماضی کی تری باقی رہے عزت سدا ^۳

اسی صوبہ گجرات کا ایک اہم اور تاریخی شہر سورت بھی ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ احمد آباد کے بعد گجرات کا اہم ترین شہر سورت ہی ہے۔ شہر سورت اور اس کے نزدیکی شہر راندیر کے مسلمانوں کی دینی اور علمی تاریخ بڑی شان دار رہی ہے۔ بنائے سورت کے حوالے سے اپنے مضمون سفر گجرات میں مولانا سید سلیمان ندویؒ نے لکھا:

گجرات کا دوسرا مشہور دریا جو بحر عرب سے جا کر ملتا ہے دریائے تاپتی ہے۔ اس کے کنارے پر شہر سورت آباد ہے اور دوسرے کنارے پر راندیر۔ پہلے بحر عرب میں جانے والے جہازوں کا بندرگاہ راندیر تھا، مغلوں کے شروع عہد میں اس کے بجائے سورت کی آبادی بڑھی اور وہ ہندوستان کا سب سے بڑا بندرگاہ بنا۔ اس قلمی یادداشت میں اس بندرگاہ کی آبادی کی تاریخ ۹۳ ہجری نظر آئی۔ تاریخ کا مصرع یہ ہے: باد آباد بندر سورت^۴

جس طرح پاکستان میں دریائے سندھ کے کنارے دو معروف شہر یعنی حیدر آباد اور کوٹری واقع ہیں اسی طرح دریائے تاپتی کے کنارے گجرات کے دو تاریخی شہر راندیر اور سورت واقع ہیں۔ سورت اور راندیر کے حوالے سے گجرات کی علمی و

ادبی تاریخ کے نام ور عالم اور محقق ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی (وفات: ۳۰ ستمبر ۱۹۹۳ء، سورت) اپنے مضمون سورت کی صورت میں لکھتے ہیں:

سورت اور راندیر گجرات کے دو قدیم شہر ہیں۔ یہ تاپتی ندی اور بحیرہ عرب کے سنگم پر واقع ہیں۔ تاپتی کے ایک کنارے پر سورت ہے اور اس کے مقابل دوسرے کنارے پر راندیر جو سورت سے بھی قدیم بستی ہے۔ راندیر میں تیج تالین میں سے ایک بزرگ کے مزار کی نشان دہی کی جاتی ہے۔ کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۲۵ء اور ۱۳۲۵ء میں کوفہ اور دوسرے مقامات سے عرب راندیر میں آکر بس گئے تھے۔^۵

جیسا کہ اوپر ذکر آیا، راندیر سورت سے بھی قدیم شہر ہے۔ آبادی، تجارت اور مالی خوش حالی کے اعتبار سے یہ شہر ۱۵۳۰ء تک سورت سے آگے تھا لیکن ایک واقعے کے نتیجے میں راندیر کو زوال آیا اور سورت کو ترقی حاصل ہوئی۔ اس واقعے کے بارے میں تاریخ گجرات کے مصنف M.S. Commissariat اپنی ضخیم تالیف *History of Gujarat* کی جلد اول میں لکھتے ہیں:

The decline of Rander began in 1530 with the wholly unprovoked and piratical raid by the Portuguese captain Antonio da Silveria, who sailed up the Tapti and burnt both Rander and Surat. The former Town was bravely defended, though without avail, by its warlike Muslim population, while the Banya inhabitants of Surat, a place then far inferior in wealth and commerce, attempted no resistance. Rander was sacked and burnt and never seems to have recovered from this blow, 'and the aimless destruction of this unique and attractive spot is a blot on the Portuguese power in India.' Its wealth decayed while Surat revived its activities and soon took place of its trade rival.

اگر سورت کی تاریخ کا بہ نظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو پتا چلے گا کہ اس شہر کی تاریخ کا سنہرا زمانہ عہد مغلیہ کا دور تھا۔ اس زمانے میں سورت نہ صرف تجارت کی وجہ سے ہندوستان کا اہم ترین شہر بن گیا تھا بلکہ ہندوستان کی سب سے بڑی بندرگاہ بھی۔ اس زمانے میں عازمین حرمین شریفین فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے سورت کے نزدیک واقع بندرگاہ سے ہی جاتے تھے۔ سورت کی تاریخ کے اس دور کے بارے میں ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی لکھتے ہیں:

مغلیہ دور میں تجارت کی وجہ سے سورت انتہائی عروج پر تھا۔ اس دور میں انگریزوں کے دوش بہ دوش ہندو، عرب و ترک تاجر بھی منڈیوں میں تھے۔ ہندوؤں میں ایسے ایسے مہاجن تھے جو بیک وقت کروڑوں روپے بطور قرض دیتے تھے۔ مسلمانوں میں علاء الدین غفور شیخ، حامد سرنیزی، صالح جلیسی، مرزا زاہد بیگ اس دور کے کروڑ پتیوں میں تھے۔ ملا صاحب ۱۹ جہازوں کے مالک تھے۔ یورپین اقوام کی یادداشتوں میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ یہ عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ”عبدالغفور، دولت بھرپور“ ضرب المثل تھا۔ شیخ حامد کے پاس سات جہاز تھے۔ اس خاندان کے بعض افراد علم و ادب میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔

اسی مضمون میں ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی سورت کے چند اہم علمی خاندانوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

سلاطین گجرات بھی علم و ادب کے معاملے میں خصوصی اعزاز کے مالک ہیں۔ سورت ان کی قلمرو میں رہا ہے لہذا ان کے دور حکومت میں اور مغلوں کے دور میں سورت علما و فضلا سے خالی نہیں تھا۔ سترہویں صدی اور اٹھارویں صدی کے علما میں سے چند نام پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس دور میں سید عبدالوہاب بخاری صاحب ۱۶۰۷ء اور ان کا خاندان، خواجہ بہادر صاحب ۱۶۰۷ء، خواجہ جمال الدین عرف خواجہ دانا صاحب ۱۶۰۷ء اور ان کا خاندان، حضرت سید شیخ العیدروس صاحب ۱۶۲۱ء اور ان کا خاندان، سید عبدالحق صاحب ۱۶۸۶ء شیخ حسن جی صاحب ۱۶۵۲ء، سید فتح جیلانی صاحب ۱۶۵۵ء، سید علی واعظ ۱۷۳۵ء، حضرت سید سعد اللہ ۱۷۲۵ء، سید امیر علی عزت مولانا خیر الدین محدث صاحب ۱۷۹۱ء، حضرت ولی اللہ صاحب ۱۷۹۳ء، میر عبداللہ تاجر صاحب ۱۷۹۲ء وغیرہ ایسے عالم گزرے ہیں جو اپنے علم و فضل کی وجہ سے دور دور تک شہرت رکھتے تھے۔ ان کے علاوہ مفتیوں اور قاضیوں کے نام بھی ملتے ہیں جو علوم دینی میں ایک مقام رکھتے ہیں۔ سورت میں ایک محلہ تو ایسا تھا جہاں سے علما کی ۵۲ پالکیاں نکلتی تھیں۔ اس دور کی علمی ادبی مجلسوں میں معمولی عالموں کو تو باریابی بھی حاصل نہ ہوتی تھی۔ سورت کے علمی مدارس میں عیدروس خاندان کا مدرسہ، مرجان شامی کا مدرسہ اور خواجہ دانا صاحب کا مدرسہ علم و ادب کا چراغ تادیر روشن رکھنے کے لیے خصوصیت رکھتے ہیں ۸۔

سورت کے علما اور مدارس کی یہ علمی فضا بعد کے ادوار تک قائم رہی۔ اسی مضمون میں ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی سورت میں موجود انیسویں صدی عیسوی کے علما کے بارے میں لکھتے ہیں:

انیسویں صدی میں بھی علما کثیر تعداد میں موجود تھے مثلاً مولوی کرم اللہ شاہ جہاں آبادی ۱۸۲۹ء، شیخ سعید عیدروس ۱۸۵۱ء، باعظہ خاندان کے معلم ابراہیم ۱۸۶۵ء، ان کے بیٹے شیخ علی ۱۸۵۲ء، شیخ عبدالجبار باعظہ ۱۸۹۱ء، قاضی غلام علی ۱۸۳۲ء، قاضی سید انشی (برادر غلام بابا)، سید غیاث الدین ۱۸۵۹ء، سید صالح واعظ قادری، ان کے بیٹے سید نظام الدین قادری واعظ ۱۸۷۶ء، خوب میاں صاحب، منشی عبدالحکیم، مولوی محمود، مولوی کاظم، مولوی برکت اللہ وغیرہ علوم عقلی و نقلی میں اونچا درجہ رکھتے تھے ۹۔

درج بالا عبارت میں جن غلام بابا کا ذکر آیا وہ سورت کے نواب اور مرزا غالب کے ہم عصر اور مکتوب الیہ تھے۔ غالب کے شاگرد منشی میاں داد خان سیاح نواب غلام بابا خاں کے دربار سے منسلک تھے۔ غالب کے خطوط مرتبہ ڈاکٹر خلیق انجم میں مرزا غالب کے ۱۰ خطوط بنام غلام بابا خاں شائع ہو چکے ہیں ۱۰۔

سورت کی اہمیت کے پیش نظر اردو شاعری کے باوا آدم، ولی گجراتی (جو ولی دکنی بھی کہلاتے ہیں) نے ”مثنوی در تعریف سورت“، لکھی تھی جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

عجب شہراں میں ہے پر نور یک شہر	بلاشبک وہ ہے جگ میں مقصد دہر
رہے مشہور اس کا نام سورت	کہ جادے جس کے دیکھے سوں کدورت
جگت کی آنکھ کا گویا ہے یہ نور	اچھو اس اور سوں پر چشم بد دور
کنارے اس کے اک دریائے تپتی	کہ دنیا دیکھنے کوں اس کے ثبتی

کہ آبِ حضر کی ہے اس میں تاثیر ہوا دیتی ہے اس کی یادِ کشمیر
 اے سورت حقیقت کی نشانی کہ ہیں معمور وہاں اہلِ معانی
 بھری ہے سیرت و صورت سوں سورت ہر اک صورت ہے وہاں ان مولِ مورت ۱۱

اسی شہر سورت سے تعلق رکھنے والے ایک علمی خاندان کے اہم افراد کے دستیاب حالات اور علمی و تصنیفی خدمات کے بارے میں ہم آگے تفصیلات پیش کریں گے لیکن اس سے قبل یہ لکھنا مناسب ہوگا کہ اس علمی خاندان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کا آغاز کس طرح ہوا۔ دراصل گزشتہ برسوں راقم اپنی تالیف سوانح ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کے لیے مطلوبہ مواد کے حصول کی خاطر مختلف اہل علم و کتب خانوں سے رجوع کر رہا تھا۔ انہی اہل علم حضرات میں پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب بھی شامل تھے جنہوں نے ازراہ عنایت اپنے مقالے ڈاکٹر ابن اے بلوچ لاہور میں کی فوٹو کاپی روانہ فرمائی تھی۔ اس معلومات افزا مقالے میں لاہور کے معروف تاجر کتبِ نادرہ مولوی شمس الدین مرحوم کی دکان (زیرِ مسلم مسجد) پر اہل علم کی آمد اور ڈاکٹر بلوچ اور ڈاکٹر عبدالرحمن بارکر (سابق استاد میک گل یونیورسٹی کینیڈا) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اسی علمی مرکز میں ڈاکٹر عبدالرحمن بارکر بھی آتے تھے جو میک گل یونیورسٹی مونٹریال میں پروفیسر تھے اور بہت ہی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ ڈاکٹر بارکر کو ایک بار گجرات کے سورت سے بخشومیان (ف ۱۲۶۵ھ - ۱۸۳۸ء) مولفِ حدیقہء احمدی (تاریخ گجرات) کی مرتبہ کتاب ملی جو علما اور شعرا کا تذکرہ ہے۔ انھیں یہ پیش بہا تذکرہ بہت ہی کم داموں میں گجرات سے ملا تو بار بار نہایت مسرور کن لہجے میں اس کا ذکر کرتے تھے۔ اس وقت ڈاکٹر بلوچ مرحوم بھی تشریف فرما تھے۔ ان سے استفسار پر معلوم ہوا کہ سید ابوظفر ندوی نے گجرات کی تمدنی تاریخ میں بخشومیان اور ان کے خانوادے کا ذکر کیا ہے۔ یہ سن کر ڈاکٹر بارکر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ میں کینیڈا جا کر یہ کتاب دیکھوں گا۔ یہ بات دکان کے مالک مولوی شمس الدین سن رہے تھے، وہ اٹھے اور اپنے ذاتی ذخیرہ کتب میں سے مولانا ابوظفر کی کتاب اٹھا کر لائے جسے دونوں حضرات نے توجہ سے دیکھا اور پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ ڈاکٹر بلوچ اور ڈاکٹر بارکر باہم یہیں ملے اور دوستی قائم ہوئی جو مرحوم کی وفات تک جاری رہی۔ ڈاکٹر بلوچ جب بھی لاہور آتے تو ڈاکٹر بارکر کا ضرور دریافت کرتے کہ کیا آج کل وہ پاکستان میں ہیں؟ ان دونوں محققین کی باتیں اور تبادلہٴ خیالات ہم لوگ توجہ سے سنتے اور یاد کرنے کی کوشش کرتے ۱۲۔

مذکورہ بالا عبارت میں پروفیسر مجددی صاحب نے سورت کے جن بخشومیان کا ذکر کیا پیش نظر مقالے میں ہم انہی کے خانوادے اور اس خانوادے اور خود ان کی علمی خدمات پر روشنی ڈالیں گے۔ اس حوالے سے تاریخ گجرات اور گجرات سے متعلق کئی اہم کتب کے مصنف مولانا سید ابوظفر ندوی (وفات: ۲۸ مئی ۱۹۵۸ء، دیسنہ) کی کتاب گجرات کی تمدنی تاریخ مسلمانوں کے عہد میں کا ذکر بھی ہوا۔ راقم الحروف نے جب اس کتاب میں بخشومیان کے حالات تلاش کیے تو درج ذیل عبارت ملی:

سورت میں بخشومیوں کا ایک لاجواب کتب خانہ تھا جو بزرگوں کے زمانے سے چلا آ رہا تھا ان کے خاندان کے مورث اعلیٰ شیخ خواجہ عبداللطیف بڑے پائے کے عالم تھے۔ ۱۳۶ھ/۱۳۳۵ء میں بمقام بغداد صدارت کے عہدے پر ممتاز تھے۔ بنی عبید کے قبیلے سے تھے، جو مدینہ کے پاس تھا۔ یہ بغداد سے گجرات آ کر پہلے سرگھج میں مقیم ہوئے پھر پٹن نہر والا چلے گئے، جب احمد آباد بسایا گیا تو شیخ کی وفات کے بعد خواجہ حسن محمد، احمد آباد آئے اور تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ ان کی اولاد میں سے شیخ احمد اور شیخ عثمان سلطان احمد شاہ ثالث کے عہد میں دیوان ہوئے۔ پھر ان کی اولاد میں صفی الدین سیف خاں بہ عہد جہاں گیر احمد آباد میں صوبہ دار مقرر ہوئے، پھر شاہ جہاں کے عہد میں ان کے لڑکے محمد امین سورت بندر کے متصدی ہوئے اور ان کے پوتے شیخ حامد سورت آ کر مقیم ہو گئے۔ ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء میں ان کو عمدۃ التجار کا خطاب ملا۔ چونکہ یہ بہت بڑے عالم تھے اور دولت کے ساتھ علم کا بھی ذوق تھا، ایک بڑا کتب خانہ بھی ان کے پاس تھا جس میں بیس ہزار کتابیں تھیں، ایک سو سات سال کی عمر پا کر ۱۱۱۳ھ/۱۶۴۳ء میں انتقال کر گئے۔ ان کا لڑکا محمد فاضل اسم باسمی نکلا۔ دولت اور علم دونوں میں اپنے باپ کا وارث تھا۔ عمدۃ التجار کے ساتھ اور بہت سے شاہی عنایات سے مستفیض ہوا، اس کی مال داری کا یہ حال تھا کہ ساٹھ ہزار فقط زکوٰۃ ادا کرتا تھا۔ علمی ذوق اس قدر تھا کہ تیس لاکھ روپیہ خرچ کر کے چالیس ہزار کتابیں اپنے کتب خانے میں جمع کیں۔ کتابوں کی خرید اور ان کی نقل کے لیے ہر بڑے شہر میں اس کے کارندے مقرر تھے۔ ۱۱۲۹ھ/۱۷۱۶ء میں حیدرقلی خان متصدی بندر سورت نے عداوت سے برودھ (بڑودا) کے پاس گولیوں سے اس کو قتل کر دیا۔ اس کے لڑکے شیخ محمود کا جو صاحب دولت تھے ۱۱۸۴ھ/۱۷۷۰ء میں بمقام سورت انتقال ہوا۔ ان کے صاحب زادے شیخ بہادر علوم و فنون میں بڑے ماہر تھے، ۷۳ سال کی عمر پا کر ۱۲۴۵ھ/۱۸۲۹ء میں رحلت کر گئے۔ ان کے لڑکے شیخ حامد بھی صاحب علم تھے انہوں نے ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء میں (وفات) پائی۔ انہی کے صاحب زادے رضی الدین احمد عرف بخشومیوں ہیں۔ انہوں نے اپنے آبائی کتب خانے سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ ۴۴ منتخب کتابوں سے ایک کتاب حدیقۃ احمدی تاریخ میں تالیف کی۔ اس کی تیسری جلد کا نام حدیقۃ الہند ہے۔ ۱۲۶۵ھ میں بخشومیوں رحلت کر گئے، ان کے خلف الرشید شیخ بہادر عرف شیخ میاں اپنے باپ کے خلف الصدق ثابت ہوئے حقیقۃ السورت انہی کی تالیف ہے۔ ساٹھ سال کی عمر پا کر وفات پائی، ان کے لخت جگر شیخ محمد امین صاحب ہیں جو آج کل احمد آباد کے محکمہ منشیات کے افسر ہیں۔ فرماتے تھے کہ میری کم عمری کے باعث کتب خانہ برباد ہو گیا۔ چند سو کتابیں اب بھی موجود ہیں، راقم الحروف کی نظر سے گزری ہیں ان میں کوئی قابل ذکر کتاب نہیں ہے ۱۳۔

پیش نظر اقتباس میں مولانا سید ابوظفر ندوی نے بڑی عمدگی سے سورت کے اس علمی خانوادے کی مختصر تاریخ بیان کی اور بخشومیوں کے کتب خانے کے آغاز، انفرادیت اور تباہی کا ذکر بھی کیا، ساتھ ہی شیخ رضی الدین احمد عرف بخشومیوں کے ایک عظیم علمی کارنامے حدیقۃ احمدی کا تعارف بھی کر دیا۔ مذکورہ بالا عبارت سے یہ بھی علم ہوا کہ مولانا ابوظفر ندوی کے قیام احمد آباد کے دوران وہاں بخشومیوں کے پوتے شیخ محمد امین مقیم تھے۔ دوران تحقیق ہمیں دو اور کتب میں اس خانوادے کے بارے میں مزید معلومات حاصل ہوئیں۔ پہلے ہم ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی کی کتاب سخنورانِ گجرات میں اس خانوادے کے

بارے میں درج عبارات نقل کرتے ہیں، گجرات کے مختلف شعرا کے احوال میں وہ بخشش کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

شیخ رضی الدین احمد عرف بخشو میاں شیخ حامد کے بیٹے بخشش تخلص کرتے تھے، ان کا شمار عالموں اور مؤرخوں میں ہے۔ حدیقۃ احمدی اور حدیقۃ الہند جیسی ضخیم کتب تاریخ و سیر کے مصنف ہیں۔ مذکورہ تصانیف فارسی میں ہیں اور کئی جلدوں پر مشتمل ہیں۔ شعر و سخن سے موروثی لگاؤ تھا۔ اردو، گجراتی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ سے ان کے دوستانہ مراسم تھے ۱۴۔

اسی کتاب میں ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی بخشو میاں کے بیٹے شیخو میاں کے بارے میں لکھتے ہیں:

شیخ بہادر عرف شیخو میاں بخشو میاں بخشش کے بڑے لڑکے بہادر تخلص کرتے تھے۔ بہادر کے چچا شیخ فاضل نے انھیں سندھ حیدر آباد بلوایا اور مختار کاری جگہ پر تقرر کر دیا۔ ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء میں چھ ماہ کی رخصت لے کر سورت آئے اور پھر واپس نہیں گئے۔ بڑودہ کے ریزیڈنٹ نے مہاراجہ سے سفارش کر کے ریاست گانگواڑ میں تحصیل داری کی جگہ پر تقرر کر دیا۔ ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں ریاست کے صوبہ نوساری کے نائب صوبیدار کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء میں انتقال ہوا۔ بہادر اپنے اجداد کی طرح علمی ذوق رکھتے تھے، مکان پر اکثر مشاعرہ منعقد کرتے تھے ۱۵۔

اسی کتاب میں ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی نے بخشو میاں اور ان کی تحریر کردہ کتب کے بارے میں کچھ یوں لکھا:

شیخ بہادر کے بیٹے شیخ حامد ایٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے سورت میں بہ عہدہ ایٹنی مقرر کیے گئے تھے۔ موصوف نے تیرہ سال خدمت انجام دینے کے بعد ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء میں مذکورہ اسامی اپنے بیٹے شیخ رضی الدین عرف بخشو میاں کو دلوادی اور ۱۲۵۵ھ / ۱۸۴۰ء میں انتقال کر گئے۔ بخشو میاں ۴۵ سال کی عمر میں ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء میں انتقال کر گئے، موصوف عالم و فاضل تھے، موصوف نے تاریخ عالم اور تاریخ ہند پر فارسی میں حدیقۃ الہند اور حدیقۃ احمدی کے نام سے دو ضخیم کتابیں مرتب کی ہیں۔ معلوم نہ ہو سکا کہ تحقیقی و تنقیدی نقطہ نظر سے مذکورہ کتب کی کیا اہمیت ہے، کیوں کہ دریائے تحقیق کے شناسکاروں نے اس وقت سے اب تک ہزاروں موتی نکال لیے ہیں۔ اس کے برعکس مالکانِ مخطوطہ کی ناتجہی کی وجہ سے اب تک یہ مخطوطے شرمندہ اشاعت نہ ہو سکے ۱۶۔

لیکن ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی کا یہ خیال درست نہیں کہ مالکانِ مخطوطہ کی ناتجہی کی وجہ سے یہ مخطوطے شرمندہ اشاعت نہ ہو سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ احمد آباد میں مقیم فارسی زبان کے محقق پروفیسر محبوب حسین عباسی کے بقول مالکانِ مخطوطہ نے تقسیم سے قبل وائسرائے کو اور تقسیم کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد و دیگر مشاہیر کو اپنے مخطوطے کے ذریعے اس اہم کتاب یعنی ”حدیقۃ احمدی“ کی اشاعت کی طرف توجہ دلائی تھی لیکن یہ کام نہ ہو سکا۔

سورت کے اس علمی خانوادے کی خدمات کے مطالعے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس پورے سلسلہ مشاہیر کی اہم ترین شخصیت اگر کوئی تھی تو وہ شیخ رضی الدین احمد عرف بخشو میاں ہی کی تھی جن کا انتقال محض ۴۵ برس کی عمر میں ہوا اور جن کا اہم ترین علمی کارنامہ حدیقۃ احمدی اب تک مخطوطے کی شکل میں ہے اور شائع نہ ہو سکا۔ اوپر شیخ رضی الدین احمد عرف بخشو

میاں کے بیٹے شیخ بہادر عرف شیخو میاں کا ذکر آیا۔ شیخو میاں کے علمی کارناموں میں اہم ترین کتاب گلدستہ صلحائے سورت ہے جو ۱۳۱۷ھ میں بمبئی سے شائع ہوئی تھی۔ دراصل اس کتاب کا مواد شیخو میاں نے اپنے والد کی کتاب حدیقۃ احمدی سے اخذ کیا تھا۔ اس کتاب کی ابتدا میں شیخو میاں لکھتے ہیں کہ حدیقۃ احمدی کی تیسری جلد میں ان کے والد نے ۲۶۸۸ مشائخ، علماء، فضلاء اور حفاظ وغیرہ کے حالات لکھے تھے۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ سورت شہر کے اکابر اور خصوصاً جامع مسجد بمبئی کے خطیب مولوی میاں محمد المعروف بہ عبدالمعتمد صاحب نے انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ سورت کے بزرگوں کے حالات لکھیں، چنانچہ انھوں نے حدیقۃ احمدی سے صرف سورت کے بزرگوں کے حالات علیحدہ کیے اور اپنے والد کے انتقال (۱۸۴۹ء) کے بعد سے ۱۸۹۸ء تک کے حالات کا اضافہ کیا اور کتاب ۱۳۱۷ھ میں بمبئی سے شائع کرائی ۱۸۔

گلدستہ صلحائے سورت بھی حدیقۃ احمدی کی طرح فارسی زبان میں ہے۔ اس کا اردو ترجمہ گجرات کالج احمد آباد کے سابق صدر شعبہ فارسی پروفیسر محبوب حسین عباسی نے کیا اور اسے ۲۰۰۵ء میں گجرات اردو سہ ماہیہ اکادمی گاندھی نگر (احمد آباد) نے شائع کیا۔ کتاب کی ابتدا میں پروفیسر عباسی صاحب نے مترجم کے قلم سے کے عنوان سے بڑا جامع مضمون لکھا جس میں شیخ رضی الدین احمد عرف بخشو میاں اور ان کی کتاب حدیقۃ احمدی کے بارے میں کچھ نئی معلومات درج کی ہیں، وہ لکھتے ہیں:

شیخ رضی الدین احمد متخلص بہ بخشش عرف بخشو میاں عالم و فاضل تھے۔ سرکاری ملازمت کے باوجود اپنا وقت مطالعہ اور لکھنے پڑھنے میں گزارتے تھے۔ آپ نے ۴۴۴ معتبر کتابوں میں سے حالات جمع کر کے تاریخ حدیقۃ احمدی تین جلدوں میں تالیف کی تھی۔ تذکرہ مخزن الشعراء مصنفہ قاضی نور الدین فائق میں بخشو میاں کے احوال میں بتایا گیا ہے کہ حدیقۃ احمدی میں جناب رسالت مآب ﷺ کے غزوات اور خلفائے راشدین، ائمہ اثنا عشر، بلوک روم و شام و ہند و فرنگ و راجہائے ہندوستان کے احوال لکھے ہیں۔ اس تذکرہ میں بخشش کے اردو اشعار بھی نمونے کے طور پر دیے ہیں، ایک شعر حسب ذیل ہے:

عہد پر اپنے دل رہا نہ رہا نہ رہا پر وہ بے وفا نہ رہا

سورت کے نامور دانش مند سید ظہیر الدین مدنی مرحوم نے اپنی کتاب سخنوران گجرات (اشاعت اول ۱۹۸۱ء) میں یہ لکھا ہے کہ بخشو میاں نے تاریخ عالم اور تاریخ ہند پر فارسی میں حدیقۃ الہند اور حدیقۃ احمدی کے نام سے دو ضخیم کتابیں مرتب کی تھیں۔ ان کے یہ بیان کہ مالکان مخطوطہ کی نا سنجی کی وجہ سے اب تک یہ مخطوطے شرمندہ اشاعت نہ ہو سکے سے پتہ چلتا ہے کہ سخنوران گجرات پر ان کے تحقیقی کام کے وقت دونوں کتابوں کے قلمی نسخے دستیاب تھے۔ گلدستہ صلحائے سورت کے مرتب شیخ بہادر عرف شیخو میاں نے اپنے والد کی کتاب حدیقۃ الہند کا ذکر نہیں ۲۰۔

پروفیسر محبوب حسین عباسی نے یہ تحریر ۲۰۰۵ء میں لکھی تھی۔ تازہ ترین تفصیلات ہم آگے بیان کریں گے۔ اب تک

دی گئی تفصیلات سے سورت کے اس علمی خانوادے کے اہم ترین چشم و چراغ شیخ رضی الدین احمد عرف بخشومیان اور ان کی کتاب حدیقۃ احمدی کے بارے میں علم ہوا، لیکن یہاں دو اشکال ایسے ہیں جنہیں حل کرنا ضروری ہے:

- (۱) کیا حدیقۃ احمدی اور حدیقۃ الہند ایک ہی کتاب ہے یا دو؟
 - (۲) شیخ رضی الدین احمد کا عرف بخشومیان کا یہ عظیم علمی کارنامہ یعنی حدیقۃ احمدی محفوظ ہے یا دست برد زمانہ کی نذر ہو گیا؟
- راقم کی تحقیق کے مطابق پہلے سوال کا جواب وہی ہے جس کا ذکر مولانا سید ابوظفر ندوی نے کیا ہے، یعنی حدیقۃ احمدی کے تیسرے حصے کا نام حدیقۃ الہند ہے۔ یہ کوئی علیحدہ کتاب نہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مولانا ابوظفر ندوی نہ صرف یہ کتاب دیکھ چکے تھے بلکہ اس خانوادے کی بچی کھچی کتابیں بھی۔ اس کے برعکس ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی اور پروفیسر محبوب حسین عباسی نے ۲۰۰۵ء تک اس کتاب کو نہیں دیکھا تھا۔ اس بنا پر ہمیں مولانا ابوظفر ندوی کا بیان ہی درست معلوم ہوتا ہے۔

جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے یعنی حدیقۃ احمدی محفوظ بھی ہے یا نہیں تو اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے راقم نے نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ ملائیشیا میں بھی رابطے کیے اور اس کوشش کے نتیجے میں یہ معلومات حاصل ہوئیں:

- (۱) حدیقۃ الہند کا ایک ناقص مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں محفوظ ہے جس کے ترقیے سے پتا چلتا ہے کہ اسے شیخ رضی الدین احمد عرف بخشومیان کے انتقال (۱۲۶۵ھ) کے چار سال بعد یعنی ۱۲۶۹ھ میں سورت بندرگاہ کے حاکم مسٹر فریر کے حکم پر نقل کیا گیا۔

- (۲) حدیقۃ احمدی کا ایک مخطوطہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کوآلاپور کے ادارے ISTAC میں عبدالرحمن بارکر کلکشن میں محفوظ ہے۔ لیکن اب تک یہ علم نہ ہو سکا کہ حدیقۃ احمدی کا ملائیشیا میں محفوظ مخطوطہ مکمل حالت میں بھی ہے یا نامکمل؟ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس ادارے میں محفوظ قیمتی اردو مخطوطات اب تک غیر مرتب حالت میں ہیں اور اس ادارے سے کسی اردو مخطوطے کی تفصیلات حاصل کرنا نہایت مشکل کام ہے ۲۱۔

گزشتہ مئی اور جون میں راقم الحروف نے احمد آباد میں مقیم پروفیسر محبوب حسین عباسی صاحب سے حدیقۃ احمدی کے حوالے سے متعدد بار گفتگو کی۔ انھوں نے ازراہ عنایت تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کیا اور ایک بڑی خوش خبری یہ سنائی کہ حدیقۃ احمدی کا مکمل مخطوطہ بخط مولف محفوظ حالت میں احمد آباد کی مشہور پیر محمد شاہ لائبریری میں موجود ہے۔ اس اہم کتاب کی دستیابی کے حوالے سے موصوف نے جو واقعہ سنایا وہ بڑا حیرت انگیز ہے اور اس حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق اگر کسی کتاب کو محفوظ رکھنا ہوتا ہے تو وہ کسی نہ کسی طرح محفوظ ہو ہی جاتی ہے۔ بقول پروفیسر عباسی صاحب کچھ عرصہ قبل احمد آباد سے ایک صاحب امریکا منتقل ہونے والے تھے، انھوں نے کسی طرح عباسی صاحب کے صاحب زادے سلمان عباسی صاحب سے رابطہ کیا اور ان سے کہا کہ ان کے خاندان میں ایک فارسی

[illegible]

[illegible]

حدیقہ احمدی (نسخہ پیر محمد شاہ لاہوری احمد آباد) بہ خط نسخی الدین احمد عرف بخشویاں، حصہ دوم، ص ۱۱

البرهان الثاني

جدیقہ احمد (نسخہ پیر محمد شاہ لاہور کی احمد آباد) بہ خط نسخ رضی الدین احمد عرف کشتمیاں، حصہ سوم، ص ۱۱



صحیفہ احمد و دفاتر شکر کردہ و زور حضرت ملک العلماء حق سبحانہ و تعالیٰ نہ تو انہیہ بود از حیطہ فہم و حوصلہ قلم و رقم بیرون است و جزا یافت و طویر میشت کہ الیق جناب رسالت اب صلی اللہ علیہ وسلم باشت از حد حساب و احاطہ کتاب افزون اباع ابن حاتم از کتاب تواریخ حدائق احمدی، ایف کثیرین سبک کان محمد رضی اللہ عنہ احمد المعروف بنحسوع ابن شیخ حارم بن شیخ بہار و مغفور خلف عمہ التجار شیخ محمود عبیدی التجازی البدوی ثم الہندی السوری عنی اللہ عنہ مشہور احوال و سعت آباد ہندوستان مسی برقیہ الہند انتخاب زرم نامہ ترجمہ ماہر بہارت تالیف سلوی دیاسیہ کوکر ترجمہ آن ملا عبد القادر بدونی و سلطان محمد نہایت سری در عمدہ جلال الدین کبرشاہ از زبان شکرست بغدادی نمونہ در احوال راجہ ہائی گورو ان و یا ندوان و ترجمہ کتاب ہرکس کر در احوال سیکشن و نسب راجہ ہائی اسلاف کہ مولانا محمد شیرین بک کبرشاہ نمودہ و ترجمہ کتاب راین در احوال راجہ ہندی کر کرد بر درس زبان فارسی نوع و ترجمہ کتاب بہاکوت کیتا تالیف سکھدیوینی دیاسیہ در احوال پیدایش کشن و عقاید اہل ہند کہ شیخ احمد حکیم داراشکوہ نمودہ و کتاب پنج دندہ در احوال راجہ بکر راجست کہ کہم چند و لد کوکھداس بغدادی ترجمہ نمودہ و ترجمہ کتاب سنگھاسن تیسے کل ہان در احوال راجہ بکر راجست، خود کہ لالہ ہرکرن در عمدہ شیخ ہان نوشت و ترجمہ کتاب بدوات در احوال راجہ رتن سین مرزا بنہر کہ عاقلخان رازنس نظم نمودہ شیخ و پروانہ نام نمادہ و کتاب راجہ ہوریت تالیف روکنما کہ مولانا عاقل الدین نمونہ

توضیح

حدیقۃ الہند (نسخہ پنجاب یونیورسٹی لاہور)، ص ۱

613

غفر الله لوالديه ولجميع عباده

ملصا حین

اجین



آخر میں ہماری دلی دعا ہے کہ شیخ رضی الدین احمد عرف بخشومیال کا یہ اہم ترین کارنامہ شائع ہو کر افادۂ عام کا باعث بنے، نیز اصل فارسی کتاب کا مستند اردو ترجمہ بھی شائع ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ گجرات اور مشاہیر گجرات پر اب تک اردو، عربی، فارسی، انگریزی، گجراتی اور ہندی میں متعدد کتب شائع ہو چکی ہیں لیکن اگر حدیقۃ احمدی شائع ہوگئی تو یہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے اہم ترین کتاب ثابت ہوگی۔

حواشی و حوالہ جات:

- ۱۔ ”پیش لفظ“ برائے مرآت سکندری (اردو ترجمہ)، اردو سہتیہ اکادمی حکومت گجرات۔ گاندھی نگر ۱۹۹۵ء، ص ۳
 - ۲۔ عبدالحی، حکیم سید، ۱۹۸۳ء، ”پیش لفظ“، یاد ایام۔ مختصر تاریخ گجرات، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ، ص ۱۱
 - ۳۔ ندوی، سید ابوظفر، ۱۹۵۸ء، تاریخ گجرات، ندوۃ المصنفین، دہلی، ص ۱۹۸۔ نیز دیکھیے ”علامہ سید سلیمان ندوی کے چند نادر خطبات و رسائل کا مجموعہ“، مرتبہ: ڈاکٹر مولانا سید سلیمان ندوی، مجلس نشریات اسلام کراچی، ۲۰۰۳ء، ص ۲۰۱
 - ۴۔ دیکھیے: علامہ سید سلیمان ندوی کے چند نادر خطبات و رسائل کا مجموعہ، مرتبہ: ڈاکٹر مولانا سید سلیمان ندوی، ص ۲۰۱
 - ۵۔ مدنی، ڈاکٹر سید ظہیر الدین، جنوری ۱۹۹۷ء تا اپریل ۱۹۹۷ء، سورت کی صورت، مشمولہ: دو ماہی، گلبن، احمد آباد، گجرات نمبر، ص ۱۲
 - ۶۔ History of Gujarat Vol.I by M.S.Commissariat, 1938, Longmans, Green & Co. Ltd, Bombay, Page-265
 - ۷۔ مدنی، ڈاکٹر سید ظہیر الدین، ص ۱۵
 - ۸۔ ایضاً، ص ۲۵
 - ۹۔ ایضاً، ص ۲۶
 - ۱۰۔ انجم خلیق، ڈاکٹر، اشاعت اول ۱۹۹۰ء، غالب کے خطوط، جلد سوم، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ص ۱۰۰۵؛ خطوط غالب بنام میاں دادخان سیاح میں غلام بابا کے بارے میں غالب کے یہ اشعار موجود ہیں:
- جب کہ سید غلام بابا نے
 مسند عیش پر جگہ پائی
 ایسی رونق ہوئی برات کی رات
 کہ کواکب ہوئے تماشا کی
- ہزار شکر کہ سید غلام بابا نے
 فراز مسند عیش و طرب جگہ پائی
 زمیں پہ ایسا تماشا ہوا برات کی رات
 کہ آسمان پہ کواکب بنے تماشا کی
- ۱۱۔ مدنی، ڈاکٹر سید ظہیر الدین، ۱۹۹۰ء، گجری مثنویاں، گجرات اردو اکادمی، گاندھی نگر، ص ۱۵۷
 - ۱۲۔ راشد شیخ، محمد، ۲۰۱۷ء، مسوانح ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، ریسرچ فاؤنڈیشن، حیدر آباد، ص ۲۴۲
 - ۱۳۔ ندوی، سید ابوظفر، ۱۹۶۲ء، گجرات کی تمدنی تاریخ۔ مسلمانوں کے عہد میں، دارالمصنفین اعظم گڑھ، ص ۲۴۶
 - ۱۴۔ مدنی، ڈاکٹر سید ظہیر الدین، ۱۹۸۱ء، مسخونراں گجرات، ترقی اردو بیورو دہلی، ص ۱۲۹
 - ۱۵۔ ایضاً، ص ۱۶۰
 - ۱۶۔ شیخ، رضی الدین احمد عرف بخش میاں کے انتقال پر نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ نے درج ذیل تاریخ دہلی سے لکھ کر بھیجی تھی:
- کیا کیا نکو شیم عدم آباد کو گئے
 ملک جہاں خراب ہوا اب کے سال میں

خندان اور چہرہ فروزاں دم نزع
خاص اس جوان صالح دین دار کا فروغ
بخشو میاں پہ نور جو برسا دم وصال
دشوار ہے یہ حال ہو اس تنگ حال میں
نکلا جو بدر سے بھی زیادہ کمال میں
سالِ وفات آگئی میرے خیال میں

۱۷۔ ایضاً، ص ۲۸

۱۸۔ بخشو میاں، شیخ رضی الدین احمد بخشش، ۲۰۰۵ء، حقیقۃ السورت، گلدستہ صلحائے سورت، مترجم: محبوب حسین عباسی،
گجرات اردو سائتیا کادمی، گاندھی نگر، احمد آباد، ص ۲۷

۱۹۔ نور الدین فائق، ۱۹۸۵ء، قاضی، تذکرہ مخزن الشعراء، اتر پردیش اردو کادمی لکھنؤ، ص ۳۷

۲۰۔ ایضاً، ص ۲۴

۲۱۔ احمد، حاجی علی بن حاجی، ۱۹۹۴ء، مرتبہ، CATALOGUE OF URDU MANUSCRIPTS IN THE LIBRARY

The Library OF THE INTERNATIONAL INSTITUTE OF ISLAMIC THOUGHT AND CIVILIZATION

of the International Institute of Islamic Thought and Civilization، کو الہ پور، عجیب اتفاق ہے کہ مذکورہ بالا کیٹلاگ کے صفحہ نمبر ۴ پر نمبر شمار ۱۱ کے تحت Hadiqa-i-Ahmadi کا نام موجود ہے لیکن اس کے آگے جگہ خالی ہے اور اس مخطوطے کی کوئی تفصیل درج نہیں۔ اس کے علاوہ کیٹلاگ میں موجود ہر مخطوطے کے آگے مولف کا نام، سنہ کتابت، صفحات، ساز اور روشنائی کی تفصیل موجود ہے۔ کیٹلاگ میں کہیں یہ ذکر موجود نہیں کہ حدیقہ احمدی کی تفصیل کیوں نہیں دی گئی۔ اس صورت میں یہ بات قابل تحقیق ہے کہ ISTAC میں محفوظ مخطوطہ حدیقہ احمدی کی مکمل نقل ہے یا محض اس کا ایک جزو۔

حدیقہ احمدی بخط شیخ رضی الدین احمد (مخزن پیر محمد شاہ لائبریری احمد آباد) کے چار صفحات اور حدیقہ الہند (مخزن پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور) کے ابتدائی اور آخری صفحات کے عکس پیش کیے جاتے ہیں۔

Abstract

The article gives a picture of a long tradition of writing and compiling books by number of writers and scholars hailing from Surat, India for which the article writer substantiates number of authenticated sources of Urdu, Persian and English languages. The work of Raziuddin Ahmed, nicknamed Bakhsho Mian, titled, Hadiqa-e Ahmadi portrays short biographies of the intellectual landscape of the area in which many little known poets and writers have been discussed as the book compiled after benefitting around 444 works on the subject. The work is archived in the collection of Dr Abdul Rehman Barkar preserved in the ISATC, Qualumpur, Malisia. The article dispels misconception about Hadiqatul Hind, one of its manuscripts archived in the Punjab University, as an independent piece of work by saying that it is the third volume of Hadiqa-e Ahmadi.

Keyword: Hadiqa-e Ahmadi, Hadiqatul Hind, Bakhsho Mian, Scholars and writers hailing from Surat, India